خاطرات

محمد عمار خان ناصر

خواتین کے نکاح میں سرپرست کا اختیار

خواتین کے نکاح کے ضمن میں سرپرست کے اختیار سے متعلق کتب حدیث میں منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد ارشادات منقول ہیں جو اس معاملے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس حوالے سے عموماً جن روایات کا حوالہ دیا جاتا ہے، ان میں خاتون کے نکاح میں سرپرست کی رضامندی کو فیصلہ کن حیثیت دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرپرست کے بغیر کیے گئے نکاح کی کوئی حیثیت نہیں۔ (ترمذی، رقم ۱۱۰۱) اسی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی عورت کا نکاح سرپرست نے نہ کرایا ہو، اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی۔ البتہ اگر خاوند نے اس سے ہم بستری کر لی تو اسے اس کا مہر ملے گا۔ (ترمذی، رقم ۱۱۰۲)

مذکورہ روایات کے الفاظ کا ظاہری عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ کوئی بھی عورت اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر از خود اپنا نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتی اور اگر وہ ایسا کرے گی تو اس کا نکاح باطل قرار پائے گا، تاہم اس مسئلے سے متعلق دیگر روایات واحادیث کو جمع کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زیر بحث روایات کے الفاظ کا ظاہری عموم شارع کی مراد نہیں ہے، بلکہ یہ ان کنواری لڑکیوں سے متعلق ہے جو کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے ولی کی رضامندی اور اجازت کو نظر انداز کر کے از خود نکاح کر لیں۔ چنانچہ خود روایات ہی میں درج ذیل صورتوں کو مذکورہ حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:

ایک یہ کہ از خود نکاح کرنے والی خاتون کنواری نہیں بلکہ شوہر دیدہ ہو۔ چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ’’شوہر دیدہ عورت اپنے نفس پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، جبکہ کنواری لڑکی سے اس کا باپ اس کی ذات کے معاملے میں اجازت طلب کرے اور اس کا خاموش رہنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔‘‘ (مسلم، رقم ۳۴۷۶)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم میں سبیعہ نامی ایک عورت نے اپنی خاوند کی وفات کے پندرہ دن بعد بچہ جنم دیا۔ اس طرح اس کی عدت مکمل ہو گئی تو دو آدمیوں نے، جن میں سے ایک نوجوان اور دوسرا ادھیڑ عمر تھا، اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ سبیعہ نوجوان کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف مائل ہو گئی تو ادھیڑ عمر آدمی نے اس سے کہا کہ ابھی تیری عدت مکمل نہیں ہوئی۔ اس وقت سبیعہ کے گھر والے موجود نہ تھے اور اس آدمی کو توقع تھی کہ جب

اس کے گھر والے آجائیں گے تو وہ اس نوجوان کے مقابلے میں اس کو ترجیح دیں گے۔ اس پر سبیعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو صورت حال بتائی۔ آپ نے اس سے فرمایا:

''تیری عدت پوری ہو چکی ہے، اب تو جس سے چاہتی ہے اس سے نکاح کر لے۔'' (مالک، الموطا، رقم ۱۸۲۹۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵۷۰۳)

دوسری یہ کہ کسی لڑکی کا سرپرست اس کا نکاح کرنے میں خود لڑکی کی رضامندی کو نظر انداز کر رہا ہو۔ چنانچہ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کر دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرے والد نے میری رضامندی کے بغیر ایک شخص سے میرا نکاح کر دیا ہے، جبکہ میرا ایک چچا زاد بھی میرے ساتھ نکاح کا خواہش مند تھا۔ آپ نے اس کے والد سے بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کی خیر خواہی کرتے ہوئے ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''اس نکاح کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم جاؤ اور جس سے چاہتی ہو، اس سے نکاح کر لو۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۵۹۵۳)

عبد اللہ بن بریدہ سے مرسلاً روایت ہے کہ ایک نوجوان لڑکی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد نے اپنے بھتیجے کی عزت افزائی کے لیے میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیا ہے جبکہ مجھے یہ پسند نہیں۔ ام المومنین نے اس سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک یہیں بیٹھو اور آپ کو اس بات سے آگاہ کرو۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس نے آپ کو یہ بات بتائی تو آپ نے اس کے والد کو بلایا۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس لڑکی کو اپنا نکاح اپنی مرضی سے کرنے کا اختیار دے دیا۔ (بیہقی، السنن الکبریٰ، رقم ۱۳۴۵۴)

تیسری یہ کہ کسی خاتون کا کوئی سرپرست ہی موجود نہ ہو جس کی وساطت سے وہ نکاح انجام دے سکے:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ان کے شوہر کی وفات کے بعد عدت پوری ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر تردد کا اظہار کیا اور اس کی ایک وجہ یہ بیان کی کہ اس وقت میرے اولیا میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اولیا میں سے کوئی موجود یا غائب شخص ایسا نہیں ہے جو اس نکاح کو ناپسند کرے گا۔ اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نابالغ بیٹے عمر بن ابی سلمہ سے کہا کہ اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ چنانچہ عمر بن ابی سلمہ نے اپنی والدہ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ (سنن النسائی، رقم ۳۲۵۶)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ، میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر اس کو غور سے دیکھا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس خاتون نے دیکھا کہ آپ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس پر ایک آپ کے صحابہ میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہا کہ یا رسول اللہ، اگر آپ اس عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہتے ہو تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا نکاح

اس صحابی سے کر دیا۔ (بخاری، رقم ۵۰۳۰)

مذکورہ تفصیل سے واضح ہے کہ ولی کی اجازت اور وساطت کے بغیر کسی خاتون کے نکاح کو باطل قرار دینا کوئی مطلق اور عام حکم نہیں، بلکہ اس کا ایک خاص محل ہے اور یہ اس صورت سے متعلق ہے جب کسی کنواری خاتون نے اپنے سرپرست کی موجودگی میں سرکشی کرتے ہوئے اس کی رضامندی اور وساطت کے بغیر کسی سے نکاح کر لیا ہو۔ منشائے کلام دراصل خواتین کو سرکشی کرتے ہوئے اپنے اولیا کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے سے روکنا اور اس طرح کے کسی بھی قدم کو قانونی طور پر غیر موثر قرار دینا ہے، چنانچہ اس خاص محل سے ہٹ کر ہر طرح کی صورت حال میں اس حکم کا اطلاق کرنا درست نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر عورت کے اولیا موجود ہی نہ ہوں اور ان کے آنے تک نکاح کے معاملے کو معلق رکھنا مصلحت کے خلاف ہو یا اس بات کا اطمینان ہو کہ اولیا کو عورت کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا یا ولی موجود تو ہو لیکن اس کے رویے سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اس معاملے میں عورت کی رضامندی کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں اور اپنی مرضی یک طرفہ طور پر اس پر ٹھونسنا چاہتا ہے تو ان سب صورتوں میں عورت کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا حق ہوگا اور اسے اس کا اذن شامل نہ ہونے کی بنیاد پر باطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ حکم کا صحیح محل متعین ہونے کے بعد ان صورتوں کا اس کے دائرہ اطلاق میں شامل نہ ہونا نہ صرف عقل وقیاس کی رو سے واضح ہے، بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فیصلوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔

فقہائے احناف نے اس حکم کے دائرہ اطلاق میں ایک مزید قیاسی تخصیص کی ہے، چنانچہ وہ اسے اس صورت سے متعلق قرار دیتے ہیں جب عورت نے غیر کفو میں یعنی اپنی برادری یا اپنے ہم پلہ لوگوں کو چھوڑ کر خاندانی لحاظ سے کم تر لوگوں میں نکاح کر لیا ہو۔ اس صورت میں چونکہ خاندان کی عزت ووقار کا سوال ہوتا ہے اور بہتر معاشرتی حیثیت رکھنے والے خاندانوں کے یہاں اپنی خواتین کا نکاح معاشرتی لحاظ سے کم تر خاندانوں میں کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لیے ولی کی اجازت اور منظوری کے بغیر یہ نکاح درست نہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ ایک روایت کے مطابق غیر کفو میں نکاح کو ولی کی اجازت پر موقوف جبکہ دوسری روایت کے مطابق ایسے نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں۔ تاہم اگر یہ معاملہ نہ ہو اور عاقل وبالغ عورت نے خاندانی اعتبار سے ہم پلہ لوگوں میں نکاح کیا ہو جس پر اس کے سرپرست کے اعتراض کا کوئی معقول جواز نہ ہو تو ایسی صورت میں فقہائے احناف کے نزدیک محض اس بنیاد پر اس کے نکاح کو باطل قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس کا سرپرست اس نکاح پر رضامند نہیں تھا۔

احناف کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور عقل وقیاس کی رو سے نکاح کرنا اصلاً عورت کا حق ہے اور وہ بالغ ہونے کے بعد جیسے اپنے مال میں خود تصرف کرنے کا حق رکھتی ہے، اسی طرح اپنی ذات کے بارے میں بھی فیصلہ کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے، البتہ اسے فیصلے میں اپنے اولیا اور خاندان کے جذبات واحساسات کی بھی پاس داری کرنی چاہیے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر لے جس کے ساتھ تعلق داری میں اس کے اہل خاندان عار محسوس کریں تو یقیناً یہ نکاح اس کے سرپرست کی رضامندی پر موقوف ہوگا اور اگر وہ اس پر اعتراض کرے تو نکاح فسخ